

## تزکیہ نفس اور تصوف

ایک موڑ آتا ہے جہاں آدمی کے دل میں بار بار یہ خیال چمکیاں لیتا ہے کہ اس کام کے لیے بہر حال تزکیہ نفس ضروری ہے، اور تزکیہ نفس کے وہ طریقے جو مکے اور مدینے میں اختیار کیے گئے تھے کچھ واضح اور منضبط نہیں ہیں، اور بعد کے ادوار میں جن بزرگوں نے ان طریقوں کو منضبط کیا وہ صوفیائے کرام ہیں، اور ظاہر ہے کہ وہ سب بزرگان دین ہی ہیں، لہذا اس کام کے لیے جو تزکیہ مطلوب ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے تصوف کے معروف طریقوں میں سے کسی کو اختیار کرنا ناگزیر ہے.....

پھر قطع نظر اس سے کہ صدر اول کا طریقہ تزکیہ نفس منضبط ہے یا نہیں، ہمیں قرآن اور سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اُس کے جو اصول اور عملی جزئیات ملتے ہیں ان کا مقابلہ بعد کے صوفیاء کے طریقوں سے کر کے آپ خود دیکھیں۔ کیا ان دونوں میں نمایاں فرق نہیں پایا جاتا؟ اس بحث میں نہ پڑے کہ صوفیاء نے طریقوں میں جو مختلف چیزیں پائی جاتی ہیں وہ مباحات کے قبیل سے ہیں یا محظورات [مردوبہ طریقے] کے قبیل سے۔ بحث صرف یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اخلاقی و روحانی علاج کے لیے جو نسخہ تجویز کیا گیا تھا، آیا صوفیہ نے اُسی نسخے کو جو ان کا توں استعمال کیا، یا اس نسخے کے بعض اجزا کو کم، بعض اجزا کو زیادہ، اور بعض نئے اجزا کا اس میں اضافہ کر دیا؟ پہلی صورت کا تو شاید آج تصوف کا کوئی بڑے سے بڑا وکیل بھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لامحالہ دوسری صورت ہی ماننا پڑے گی اور وہی واقعاً موجود بھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اجزا کی مقداروں میں کمی بیشی اور نئے اجزا کے اضافے سے نسخے کا مزاج بدلا ہے یا نہیں؟ اگر بدل گیا ہے تو یہ اُسی مقصد کے لیے کیسے مفید ہو سکتا ہے جس کے لیے حکیم مطلق اور اس کے بلا واسطہ شاگرد نے اپنا نسخہ مرتب کیا تھا؟ اور اگر کوئی کہتا ہے کہ ان مختلف ترمیمات اور اضافوں کے باوجود نسخے کا مزاج نہیں بدلا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تاریخ حکمت میں یہ بالکل ہی ایک نرالا واقعہ ہے (بلکہ شاید خرق عادت ہے) کہ اجزائے نسخہ میں مقدار [مقدار] کی کمی و بیشی اور مختلف نئے اضافوں کے باوجود نسخے کا مزاج جوں کا توں رہ گیا۔

میں توقع رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تحقیق میں بے جا عقیدتوں اور موروثی تعصبات کو دخل نہ دے گا اور ٹھنڈے دل سے بے لاگ تحقیق کرے گا تو اسے اس معاملے میں پورا اطمینان ہو جائے گا کہ اقامت دین کے لیے ہمیں اُسی طریق تزکیہ پر اعتماد کرنا ہوگا جو قرآن اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتا ہے۔ وہ اگر منضبط نہیں ہے تو اب اسے منضبط کرنا چاہیے۔ (اشارات، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن،

جلد ۳، عدد ۲، صفر ۱۳۷۱ھ، نومبر ۱۹۵۱ء، ص ۶-۷)